نقطۂ نظر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۳۰ — شمارہ ۴۱

رئیس الادارہ
حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
عبدالرشید انصاری
ظہیر میر ایڈووکیٹ
انتظار حسین اسعد قادری

بدل اشتراک
فی کاپی : -/۲ روپے

پاکستان میں بذریعہ ——— ڈاک
سالانہ ۵۲ شمارے -/۸۰ روپے
ششماہی ۲۶ شمارے -/۴۵ روپے

۲۰ رجب المرجب ۱۴۰۵ھ

اصغر خان کا تازہ ارشاد

—— اور ——

ایم-آر-ڈی کے حامی علماء کی ذمہ داری

روزنامہ جنگ لاہور ۳۱ مارچ ۱۹۸۵ء کی رپورٹ کے مطابق کالعدم تحریک استقلال کے سربراہ اور ایم-آر-ڈی کے ایک سرکردہ راہنما جناب ائرمارشل اصغر خان نے لاہور پریس کلب کے پروگرام "تجزیہ" میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ :-

"مذہب کا حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے حکومت کا مذہب سے تعلق ہونے کے سبب ملک میں فرقہ وارانہ فسادات جنم لیں گے"۔

"پی-این-اے (پاکستان قومی اتحاد) کے مطالبات میں نظام مصطفےٰ یا اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ شامل نہیں تھا یہ جمعیۃ علماء اسلام کا نعرہ تھا"

"عوام نے نام نہاد اسلامی نظامِ حکومت کو مسترد کر دیا ہے"۔

"وہ عورت اور مرد میں کوئی فرق نہیں سمجھتے۔ نیا قانونِ شہادت تحریک استقلال کی حکومت منسوخ کر دے گی"۔

"ایم-آر-ڈی کے ایبٹ آباد کے اجلاس میں صرف یہ فیصلہ ہوا تھا کہ دینی معاملات میں جاری ہونے والے بیانات مولانا فضل الرحمٰن کی رضامندی سے جاری کئے جائیں گے"۔

ناشر: مولانا عبید اللہ انور ● مقام: اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور ● مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ندیم احمد القاسمی

عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراحمون یرحمھم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحمت نازل کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمان پر ہے (یعنی اللہ تعالیٰ)۔

تشریح زمین پر بسنے والی ہر جاندار مخلوق قابلِ رحم ہے حضرت انسان کی کوئی تخصیص نہیں۔ اللہ تعالےٰ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ یہ بھی ہے کہ آدمی ہر جاندار شئے پر رحم کرے۔ مثلاً حیوانات پر رحم اس طرح ہوگا کہ اگر گائے بھینس بھیڑ بکری پالے ہوئے ہیں تو اسے وقت پر پانی پلائے، چارہ کم نہ کھلائے، ہر وقت باندھ کر نہ رکھے، سارا دودھ خود ہی نہ دوہ لے تاکہ اس کا بچہ بھی اس سے غذا حاصل کرے وغیرہ

حاصل حدیث جانوروں پر رحم نہ کرنے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے۔ جیساکہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک عورت جہنم میں اس لئے داخل کی گئی کہ اس نے ایک بلّی پال رکھی تھی نہ کھانے کے لئے دیا اور نہ اسے چھوڑا کہ وہ خود کھالے لہٰذا بھوک کی وجہ سے مرگئی۔

عن مالک بن انس رضی اللہ عنہ مرسلاً قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ۔

ترجمہ: حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک تم ان کو مضبوط پکڑے رہوگے گمراہ نہ ہوگے۔ (وہ دو چیزیں ہیں) اللہ تعالےٰ کی کتاب (قرآن حکیم) اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنّت۔

تشریح گمراہی سے بچنے کے لئے ان دونوں چیزوں یعنی قرآن اور سنّتِ رسولؐ پر عمل کرنا اور یہ عقیدہ بنانا کہ یہ دونوں ہی بنیادِ شریعت ہیں ضروری ہے کیونکہ احکامِ شرعی ان ہی دونوں چشموں سے نکلتے اور مرتب ہوتے ہیں۔ اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ صرف قرآن پر عمل کرکے نجات پالے گا یا صرف حدیث پر عمل کرنا ہی کافی ہوگا تو یہ اس کی بہت بڑی بھول ہے۔

یہ چند اہم نکات ہیں اس طویل گفتگو کے جو جناب محمد اصغر خاں نے لاہور پریس کلب کے پروگرام "تجزیہ" میں کی ہے اور ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ان نکات کے بارے میں حقیقتِ حال کی وضاحت کی جائے۔

جہاں تک حکومت کے ساتھ مذہب کا تعلق نہ ہونے کا تعلق ہے اصغر خاں صاحب کا یہ نعرہ اسلام کے بنیادی تصور اور پاکستان کے تاسیسی نظریہ کے منافی ہونے کے ساتھ خود اصغر خاں صاحب کے ماضی کے دعاوی اور نظریات سے بھی متضاد ہے۔ خاں صاحب موصوف کو یاد ہو گا کہ انہوں نے اپنے دورِ جوانی میں جب عملی سیاست میں قدم رکھا تھا تو "ملک کی نظریاتی سرحدوں" کی حفاظت کا عزم ظاہر کیا تھا اور ملک کے قومی اخبارات میں ان کے مفصل مضامین "نظریاتی سرحدوں" کے تحفظ کے جذبات سے پُر ہوتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ ملک کی نظریاتی سرحدوں سے ان کی مراد کیا تھی؟ ظاہر بات ہے کہ نظریاتی سرحدوں سے مراد پاکستان کے قیام کا بنیادی مقصد "اسلامی نظام" تھا جس کی حفاظت کا عزم لے کر موصوف نے میدانِ سیاست میں قدم رکھا تھا اور پھر پاکستان قومی اتحاد کے پلیٹ فارم پہ ایک قومی راہ نما کی حیثیت سے انہوں نے لاکھوں کے اجتماعات میں نظام مصطفیٰ کی بات کی۔ لیکن آج جوانی سے بڑھاپے کی طرف سفر کرتے ہوئے انہوں نے "لامذہبیت کو اپنی منزل قرار دے کر جو "ترقیٔ معکوس" کی ہے اس پر بہرحال انہیں نظرِ ثانی کرنی چاہیئے۔

پاکستان قومی اتحاد کے بارے میں موصوف کا یہ انکشاف بھی خلافِ واقعہ ہے کہ اس کے مطالبات میں اسلامی نظام شامل نہیں تھا اور انہوں نے اس حقیقت کو نگاہوں سے اوجھل کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ پاکستان قومی اتحاد نے ملک کو ایک باقاعدہ منشور دیا تھا جس کی منظوری دینے والوں میں خود اصغر خاں صاحب بھی شامل تھے — اس منشور کی بنیاد نظامِ مصطفیٰ کے مکمل نفاذ پر تھی اور قومی اتحاد کے انتخابی اور تحریکی جلوسوں کا سب سے بڑا نعرہ "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ" پاکستان کے بازاروں اور سڑکوں پر گونجتا تھا۔ پھر قومی اتحاد کی تحریک میں جن ہزاروں نوجوانوں نے جان کی قربانیاں دیں لاکھوں افراد گرفتار ہوئے اور قوم کے ہر طبقہ نے ایثار و قربانی کی نئی روایات قائم کیں ان سب کی بنیاد نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ پر تھی اور ان تمام تر حقائق کے ہوتے ہوئے اصغر خاں صاحب کا یہ کہنا منافقت کے سوا اور کیا کہلا سکتا ہے کہ قومی اتحاد کے مطالبات میں نظامِ مصطفیٰ کا نفاذ شامل نہیں تھا۔

اسی طرح خان صاحب موصوف کا یہ ارشاد بھی واقعات سے مطابقت نہیں رکھتا کہ پاکستان کے عوام نے اسلامی نظام کو مسترد کر دیا ہے ان کے ذہن میں غالباً حالیہ انتخابات ہیں جن میں حکومت کے بڑے بڑے وزراء نے شکست کھائی ہے اور وہ اسے اسلام کی شکست سے تعبیر کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ اس حقیقت کا ادراک نہیں کر سکے کہ حالیہ انتخابات میں جیتنے اور ہارنے والے تمام امیدواروں نے اسلام کے ساتھ وفاداری کا اظہار کر کے ووٹ حاصل کئے ہیں اور ایک بھی امیدوار ایسا نہیں ہے جس نے اسلام کے ساتھ وفاداری کا اعلان کئے بغیر عوام کا سامنا کرنے کی جرأت کی ہو۔

اور اس طرح عوام نے اسلام کو مسترد نہیں کیا بلکہ پورے ملک کے عوام نے اسلامی نظام کے ساتھ ایک بار پھر مکمل اتفاق اور اجماع کیا ہے۔

خان صاحب نے قانونِ شہادت کے حوالہ سے قرآن وسنت کی واضح نصوص کے خلاف موقف کا اظہار بھی کیا ہے اور یہ بھی فرما دیا ہے کہ انہوں نے دینی معاملات میں مولانا فضل الرحمٰن کی رضامندی کے بغیر کوئی بیان جاری نہ کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ: ۱۔ اسلامی نظام ۲۔ قومی اتحاد کے مقاصد اور ۳۔ قانون شہادت کے بارے میں اصغر خان صاحب کے حالیہ ارشادات میں مولانا فضل الرحمٰن کی رضامندی شامل ہے یا نہیں اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہوگی تو پھر پاکستان کے دینی حلقے ضرور یہ جاننا چاہیں گے کہ اس کے بعد ایم آر ڈی کی ایبٹ آباد والی قرارداد کی کیا حیثیت باقی رہ گئی ہے؟ ایم آر ڈی نے ایبٹ آباد میں اسلامی نظام کو اپنا مقصد قرار دینے اور دینی امور میں علماء کی رضامندی کے بغیر کوئی بیان نہ دینے کا فیصلہ کیا تھا لیکن اس فیصلہ کے چار روز بعد جناب غلام مصطفیٰ جتوئی نے برملا کہا کہ پاکستان کے قیام کا مقصد اسلامی نظام کا نفاذ نہیں تھا۔ ان کے بعد ایم آر ڈی کے ذمہ دار راہنما جناب اعتزاز حسن اور ایم آر ڈی کے سیاسی رفیق جناب حنیف رامے نے قادیانیوں کی کھلم کھلا حمایت کر دی اور اب ایئر مارشل اصغر خاں نے رہی سہی کسر بھی نکال دی ہے۔ اس صورتحال میں ایم آر ڈی کی حمایت کرنے والے علماء کا فریضہ ہے کہ وہ ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر اپنی روش پر نظرِ ثانی کریں۔ ورنہ ایم آر ڈی کے لیڈروں کے بیانات اور مذہب بیزاری کی ذمہ داری سے وہ نہیں بچ سکیں گے۔

فیصل آباد کی صنعتی تاریخ کا المناک حادثہ

ع: ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات

پاکستان کے ایک صنعتی شہر فیصل آباد کے گنجان آبادی والے علاقہ مقبول روڈ پر ایک فیکٹری میں بیلر پھٹ جانے سے کم از کم سات مزدور ہلاک اور متعدد شدید زخمی ہو گئے حادثہ کے موقعہ پر تباہی کا عالم یہ تھا کہ دھوئیں اور گرد و غبار کے بادل آسمان چھو رہے تھے۔ ایک خوفناک دھماکہ کے ساتھ انسانی لاشیں بکھری پڑی تھیں کٹے ہوئے ہاتھ بازو دیگر انسانی اعضاء دو دو فرلانگ پر جا گرے تھے تڑپتے ہوئے جسم میدان جنگ کا منظر پیش کر رہے تھے۔ جب میٹر کی سوئی ۱۵ سے آگے نہ بڑھی تو ڈیوٹی پر موجود ایک مزدور (ٹینکی) کے اوپر نقص معلوم کرنے کے لئے جا چڑھا اسی اثنا میں کئی سو پونڈ وزنی دھماکہ ہوا اور یہ مزدور ایک سو فٹ بلندی تک فضا میں اچھلنے کے بعد دُور جا گرا لیکن اطلاعات کے مطابق خوش قسمتی سے بچ گیا۔ دھماکہ اس قدر زوردار تھا کہ پڑوس کی متعدد فیکٹریوں کو نقصان پہنچا جو محتاط اندازے کے مطابق تیس لاکھ روپے سے زیادہ ہے۔

ہمارے ترقی پذیر غریب ملک میں صنعت و آبادی کے گوناں گوں مسائل ہیں۔ صنعتکار اور مل مالکان کی اپنی ترجیحات اور مشکلات ہیں لیکن خون پسینہ ایک کر کے ملکی ضروریات کو پورا کرنے اور اپنے اہل و عیال کا پیٹ پالنے والے مزدور کی مجبوریاں اور پریشانیاں الگ مستقل موضوع ہیں۔ سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ مزدور اور ہنرمند محنت کش کے جسم و جان کے تحفظ کی کوئی ضمانت نہیں۔ علاقہ کے فیکٹری مالکان اور مزدور یونینوں نے مرنے

والے سات مزدوروں کے پسماندگان کے لئے پینسٹھ ہزار کی رقم دی ہے جس کی آج کے گراں دور میں کوئی بھی حیثیت نہیں۔ اعلان کیا گیا تھا کہ کشتگان محنت کے سوگ میں فیصل آباد کی ملیں فیکٹریاں اور کاروباری ادارے حادثہ کے دوسرے روز تین گھنٹے بند رہیں گے مگر اس اعلان پر کاملاً عمل نہیں ہو سکا۔ میئر فیصل آباد نے تجویز پیش کی ہے کہ فیکٹریوں کارخانوں کو رہائشی آبادی سے باہر منتقل کر دیا جائے، ہم تجویز کی تائید کرتے ہیں مگر یہ ایک ضمنی بات ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ صنعتکاروں اور مل مالکان کو ان کے کارخانوں میں رونما ہونے والے حادثات کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے مزدور اور آجر کے درمیان اسلامی عدل کی بنیاد پر قوانین مرتب کئے جائیں اور ان پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے۔ صدر مملکت نے منتخب صدر کی حیثیت سے حلف اٹھانے کے بعد اپنی تقریر میں اعتراف کیا ہے کہ ان کے آٹھ سالہ گذشتہ عہد اقتدار میں مزدوروں نے انہیں تنگ نہیں کیا تو پھر هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ احسان کا بدلہ احسان تو ضرور ہونا چاہیئے جب یہ امر حکومت کے اولین فرائض میں داخل ہے کہ محنت کش طبقوں کی محنت، عزت، جان و جسم اور صحت کی حفاظت کے خاطر خواہ انتظامات کرے۔ مگر فیصل آباد کے المناک حادثہ کے شکار ہونے والے مزدوروں کے بے سہارا بہن بھائیوں، یتیم بچوں اور بوڑھے والدین کی بحالی اور دلجوئی کے لئے کئے جانے والے اقدامات قطعی ناکافی ہیں۔ ہم مرحومین کے پسماندگان اور زخمی محنت کشوں کے صدمے میں برابر کے شریک ہیں اور حکومت اور کارخانہ داروں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ تمام فیکٹریوں میں نصب شدہ ناقص سستی مشینری سے نجات حاصل کر کے مہنگی انسانی جانوں کو بچائیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

مرحوم عبدالحمید بٹ کی اہلیہ کا انتقال

جمعیۃ علماء اسلام لاہور کے پرجوش رہنما جناب عبدالحمید بٹ مرحوم کی اہلیہ بھی اپنے سرتاج کے انتقال سے پانچ برس بعد گذشتہ بدھ کے روز اس دار فانی سے رحلت فرما گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحومہ پابند صوم و صلوٰۃ خاتون تھیں۔ نیک شوہر کی نیکیوں اور دینی جدوجہد میں فرمانبردار بیوی کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ تمام خانگی امور میں اپنے خاوند کی مدد کر کے اور ممکنہ حد تک اس کے لئے آسودگی اور آسانیاں مہیا کر کے وہ بھی جدوجہد راہ حق میں اس کی معاون بنتی ہے۔ جب کہ وہ خود بھی اپنی زندگی کو اسلامی احکام کے مطابق گذارنے کے لئے کوشاں ہو تو ایسی نیک خاتون یقیناً مسلم معاشرہ کے لئے اللہ تعالےٰ کی نعمت ہے۔

مرحومہ کی نماز جنازہ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم نے پڑھائی۔ حضرت اقدس نے جناب عبدالحمید بٹ مرحوم کے صاحبزادے سے دلی تعزیت کا اظہار کیا ہے اور جامع مسجد شیرانوالہ میں جمعرات کے روز مجلس ذکر کے موقع پر ایصال ثواب کے لئے دعا بھی کروائی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔



مرتب

عبدالرشید انصاری

اولیاء کرام اور علماء ربانیین ہمارے محسن اور پیشوا ہیں

کوئی شخص ان کی رفعتوں اور عظمتوں کو نہیں پہنچ سکتا

وہ ہمیشہ دنیا کو خدا کی توحید اور سنتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا درس دیتے رہے

قرآن کا تارک اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا باغی ولی نہیں ہوسکتا

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبَید اللہ انور مدّ ظلہم ○

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ ط وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ o

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑے اللہ کے ہاں ان کے لئے بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔"

حضرات محترم! ہر انسان اپنے رب کا بندہ اور اس کی مخلوق ہے۔ جو شخص اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اللہ تعالےٰ کی آخری کتاب قرآن مجید پر ایمان لائے اور جو لوگ اللہ پر، اللہ کے نبیؐ پر ایمان رکھتے ہیں ان پر فرض ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں یعنی حق کے غلبہ کے لئے جو بھی ممکن ہو جدوجہد کریں۔ ضرورت ہو تو ہجرت کریں۔ عبادت و ریاضت کے اعمال تو اور بھی ہیں لیکن جسے جہاد کا موقعہ نہیں ملا وہ مجاہدوں، غازیوں اور پروانوں کی طرح دین کی شمع پر نثار ہونے والوں کے برابر نہیں ہو سکتے لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰہِ ط اللہ کے ہاں ان کا مرتبہ مجاہدین فی سبیل اللہ جیسا نہیں ہے بلند درجات والے اللہ کے نزدیک وہی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے دین کی اشاعت اور اشاعۃ کلمۃ الحق کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

"مسلمان مسجد میں بیٹھ کر ذکر و فکر کرنے اور ان کے آباد رکھنے کو ترک جہاد کا عذر نہیں بنا سکتے۔ ایمان و ہجرت کے بعد جانی اور مالی جہاد کرنے والوں کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ ایسے لوگوں کو رحمت رضوان اور جنت کی مبارکبادیاں مل رہی ہیں (وہ) ان نعمتوں سے کبھی علیٰحدہ نہیں کئے جائیں گے"۔ روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم علیہ السلام کے چچا حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان گفتگو ہوئی کہ حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ اگر آپ بھی پہلے ہجرت کرتے تو جہاد میں شریک ہوتے اور ہماری طرح بلند مرتبہ پاتے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ ہم بھی خدا کے کام میں تھے یعنی مسجد حرام کی اور حاجیوں کی خدمت کرتے تھے تو قرآن کی آیات نازل ہوئیں جن میں فرمایا گیا کہ "کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا ان کے برابر کر دیا ہے کہ جو ایمان لائے اللہ پر، آخرت پر، ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰہِ اللہ کے نزدیک وہ ایک جیسے نہیں ہیں"۔

حضرات گرامی! اس لئے ان اولیاء کرام، ائمہ مجتہدین اور علماء حق کا رتبہ و مقام امت میں بہت بلند ہے جنہوں نے دینِ حق کی خاطر اور اسلام کے نور کو دنیا میں پھیلانے کے لئے جدوجہد کی، زندہ رہے تو دین کی خاطر دنیا سے گئے تو دین کی خاطر، وہ ہمارے محسن اور مقتدا ہیں دنیا ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ جنوبی ایشیا کے ہمارے اس خطہ میں انہی عارفانِ حق اور مجاہدین فی سبیل اللہ نے اپنے خونِ جگر سے اسلام کی شمع جلائی اور ظلمت کدۂ ہند کے دور دراز علاقوں تک اسلام کی روشنی پھیلائی۔ ہمارے آباء و اجداد انہی اکابر حق کی محنت سے مسلمان ہوئے تھے۔ ہم ان کی عظمتوں کا پھریرا اونچا رکھنا چاہتے ہیں، ہماری کوشش ہے کہ ان کی جلائی ہوئی شمع جگمگاتی رہے۔ ہندوستان میں اگرچہ محمد بن قاسمؒ اور محمودؒ غزنوی جیسے سلاطین اور سپہ سالاروں نے ہندو راجاؤں کے ظلم و کفر کو برسرِ میدان شکست پر شکست دی ہے لیکن اہلِ نظر علماء ربانیین

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ جب یہاں آئے تو ہر طرف کفر کی سیاہ گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں اور جب وہ دنیا سے گئے تو نوے لاکھ انسان ان کے ہاتھ پر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو چکے تھے

یعنی اولیاء کرام کی انقلاب آفرینی بہت زیادہ ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ جنہیں دنیا سلطان الہند کہتی ہے۔ انہی اصحاب صدق و صفا کے مقتدا و پیشوا تھے وہ جب یہاں آئے تو وسطی ہند میں پرتھوی اقتدار کے مظالم اور غرور و تکبر عروج پر تھا۔ اس خطّہ کے افق پر کفر کی سیاہ گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں مگر جب خواجہ اجمیریؒ نے اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی تو نوے لاکھ انسان ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو چکے تھے۔ اور ظالم و متعصب ہندو راجہ پرتھوی راج کی بادشاہت کا سورج موت کی گود میں پنہاں ہو چکا تھا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ پہنچے تو پرتھوی راج نے ہر ممکن طریقے سے انہیں پریشان کرنے کی کوشش کی۔ ملک بھر کے جادوگروں کی خدمات بھی حاصل کیں وہ جب اپنا وار کرتے ادھر جیسے ہی حضرت خواجہ صاحب کو احساس ہوتا فوراً آیۃ الکرسی پڑھنا شروع کر دیتے ہر حربہ ناکام ہوتے دیکھ کر پرتھوی راج بہت سٹپٹایا۔ جادوگروں کو برا بھلا کہہ کر نکال دیا۔ ان میں سے بعض مسلمان ہوگئے۔ انہوں نے ایک بار ہر وار خالی جانے کی وجہ پوچھی خواجہ صاحب نے فرمایا جوں ہی مجھے احساس ہوتا میں آیۃ الکرسی پڑھنے لگتا۔ اس طرح انہیں اور بھی بہت تکالیف پہنچائی گئیں۔ لیکن اس مردِ حق آگاہ نے حق کی خاطر ہر مخالفت اور مشکل کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے اور باطل کا مقابلہ کرتے رہنے کا عہد کر رکھا تھا۔ آخر ایک مرتبہ زبان سے یہ الفاظ فرمائے "ما رائے پتھورا را زندہ بدست لشکر اسلام گرفتار کردیم" یعنی ہم راجہ پرتھوی راج کو مسلمانوں کی فوج کی مدد سے زندہ گرفتار کر لیں گے"۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ جب پرتھوی راج معاندانہ حرکات سے باز نہ آیا اور نقصان پہنچانے کے ارادے پر قائم رہا تو حضرت معین الدینؒ چشتی نے اسے ایک خط کے ذریعے خبردار کیا۔ "من ترا زندہ بدست لشکر اسلام سپردم" میں تجھے زندہ پکڑ کر لشکر اسلام کے سپرد کر دوں گا۔

دونوں باتیں صحیح ہو سکتی ہیں ممکن ہے خط بھی لکھا ہو۔ اور کسی موقعہ پر فرمایا بھی ہو۔ مطلب ایک ہی ہے کہ اب پرتھوی راج ذلت آمیز شکست سے بچ نہیں سکتا اسے مسلمانوں کے ہاتھوں رسوائی اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ اجمیر

جنوبی ایشیا کے اس ظلمت کدہ میں اللہ والوں نے اپنے خونِ جگر سے اسلام کی شمع روشن کی اور اسلام کا نور ہندوستان کے دُور دراز علاقوں تک پہنچایا۔

میں آپ کی تشریف آوری کے ڈیڑھ دو سال کے اندر ہی تقریباً ۵۸۹ھ میں شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر حملہ کیا تو تراوڑی کے میدان میں راجہ پرتھوی راج تین لاکھ ہندو فوج لے کر مقابلے میں نکل آیا۔ محسوس یوں ہوتا ہے کہ جیسے حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے مرہٹوں کے مظالم کا استیصال کرنے کے لئے احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دی تھی اسی طرح حضرت معین الدین چشتی نے بھی سینکڑوں سال پہلے شہاب الدین غوری کو پرتھوی اقتدار کی جڑیں اکھاڑ پھینکنے کے لئے جنگ کرنے کو بلایا تھا۔

بہرحال پرتھوی راج اور شہاب الدین غوری کی افواج کے درمیان گھمسان کا رن پڑا۔ زمین انسانی لاشوں سے اَٹ گئی مگر کثرت تعداد اور اپنے ملک میں ہونے کے باوجود پرتھوی لشکر شکست فاش کے بعد بھاگ کھڑا ہوا۔ راجہ پرتھوی راج کو مسلمان سپاہیوں نے پکڑ لیا اور شہاب الدین غوری نے بے گناہ انسانوں کے قتل کے جرم میں اس کی گردن اڑا دی۔ اس کے بعد سے آج تک اجمیر شریف حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے نام سے مشہور ہے حالانکہ وہ اجمیر کے حاکم و بادشاہ نہ تھے مگر دنیا انہیں سلطان الہند کہتی ہے اور یہ بات بالکل صحیح ہے کہ اہل ہند کے دلوں پر حکومت سیستان کے قصبہ سنجر میں پیدا ہونے والے اس مسافر و مجاہد فی سبیل اللہ روشن ضمیر عالمِ ربانی نے کی۔

اندازہ فرمائیں۔ کہاں سیستان، ہرون، بغداد، ہمدان، تبریز وغیرھم اور کہاں دہلی اور اجمیر۔ اسے کہتے ہیں " ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست "۔ یہ مشیتِ ایزدی اور احکم الحاکمین کی قدرت کاملہ کی کارفرمائیاں ہیں کہ وہ اپنے برگزیدہ بندوں کی مشکل حالات اور پُرآشوب ماحول میں پرورش کرتا ہے۔ انہیں بڑے بڑے امتحانات سے گذارا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ پکار اٹھتے ہیں — مَتیٰ نَصرُ اللہ " اے اللہ! تیری مدد کب آئے گی "۔ پھر انہیں اطمینانِ قلب عطا کیا جاتا ہے کہ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ۔ تم اپنا فرض ادا کرتے رہو اللہ کی نصرت اور

> محسوس یوں ہوتا ہے کہ جیسے حضرت شاہ ولی اللہ نے مرہٹوں کے مظالم کا خاتمہ کرنے کے لئے احمد شاہ ابدالی کو بلایا تھا اسی طرح سینکڑوں سال پہلے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے شہاب الدین غوری کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دی تھی

مدد تمہارے لئے فتح و کامرانی کی نوید لے کر تمہارے قریب پہنچ چکی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی پرورش فرعون کے گھر میں کروائی گئی۔ حضور خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس قدر ستایا گیا اور تکالیف پہنچی ہیں کہ پہلے کسی پیغمبر کو اتنے دُکھ نہیں دئے گئے۔ مکہ مکرمہ میں اللہ تعالےٰ نے حضور علیہ السلام کی حفاظت خاندان بنو ہاشم کے ان افراد سے بھی کروائی جو مشرک تھے اور بعض نے مرتے دم تک کلمہ نہیں پڑھا۔ صحابہ کرامؓ، ائمہ امت اور ہمارے اکابر کو دیکھئے کہ غربت و افلاس اور شدید مخالفتوں، عداوتوں کا سامنا کرتے ہوئے انہوں نے اعلائے کلمۃ الحق کا پرچم بلند رکھا اور بالآخر کامیاب و کامران ہوئے۔ اور انہوں نے تاریخ کا رُخ موڑ دیا۔ حضرت خواجہ معین الدینؒ چشتی بھی ایسے ہی حالات میں حضرت امام غزالیؒ کی وفات سے تقریباً ربع صدی بعد پیدا ہوئے۔ اس وقت امت مسلمہ پر ابتلاء و آزمائش اور آلام و مصائب کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ سیستان و خراسان اور نیشاپور وغیرہ میں تاتاریوں نے قتل و غارت گری کا بازار گرم کر رکھا تھا سیاسی حالات انتہائی مخدوش اور ہر طرف تباہی و بربادی کا عالم تھا مگر اللہ تعالےٰ نے ان کی اور ان کے والدین کی حفاظت فرمائی حتیٰ کہ جب آپ چودہ پندرہ سال کی عمر کو پہنچے تو آپ کے والد گرامی خواجہ غیاث الدین حسن انتقال فرما گئے اور ایک سال بعد والدہ بھی رحلت کر گئیں۔ دنیا کی بے ثباتی اور فانی ہونے کا نقش ان حادثات اور دنیا کے حالات نے آپ کے دل و دماغ پر ثبت کر دیا تھا اور صرف اللہ تعالےٰ کی رحمت و قدرت پر ایمان اور حق کے لئے ڈٹ جانے اور کٹ جانے کا جذبہ روز بروز پختہ ہوتا چلا گیا۔ ہجری ۵۶۲ میں آپ بغداد پہنچے تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؒ نے حضرت اجمیریؒ سے فرمایا کہ " ایک جہاں تم سے فائدہ اٹھائے گا "۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو بچپن ہی سے راہِ راست پر قائم رکھا تھا گھر کا ماحول بھی انہیں دین میں ڈوبا ہوا میسّر آیا۔ یوں تو ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے مگر بعد میں اس کے والدین اور مربّی اسے اپنے فکر میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالےٰ نے تو ازل میں عالم ارواح سے اپنی توحید کے عقیدہ پر قائم رہنے کا عہد لے لیا تھا جب پوچھا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا مَیں تمہارا رب

> ہم بزرگانِ دین کی عظمت کا پرچم اونچا رکھنا چاہتے ہیں۔ ہماری کوشش ہے کہ ان کی جلائی ہوئی شمعِ حق ہمیشہ جگمگاتی رہے۔

نہیں ہوں؟ سب نے بیک زبان ہو کر اقرار کیا تھا "بلیٰ" کیوں نہیں، تو ہی ہمارا پروردگار ہے۔ مسلمانوں کے ہاں جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے دنیا میں آتے ہی کان میں اذان سنا کر اسے اللہ سے کیا ہوا عہد ازلی یاد دلاتے ہیں کہ اللہ سب سے بڑا ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔ یہ اولیاء کرام اور عارفانِ حق اس عہد پر نہایت مضبوطی سے قائم رہتے ہیں دنیا کو یہی عہد و عقیدہ یاد دلاتے ہیں وہ ہر غیر خدا کا انکار اور اللہ کا اقرار سکھاتے ہیں۔ جب تک ایک بھی اللہ والا دنیا میں موجود ہے قیامت نہیں آئے گی جس دن دنیا میں کوئی بھی خدا کی توحید کا کلمہ پڑھنے والا نہ رہا اس نظامِ کائنات کو لپیٹ لیا جائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی۔ اس دن تمام انبیاء و اولیاء ان کے صحیح متبعین اور گمراہ نام لیوا سب خدا کے حضور پیش ہوں گے جن لوگوں نے دین کو بگاڑا، اور انبیاء و اولیاء کی تعلیمات کو مسخ کر کے اللہ کے علاوہ ان برگزیدہ ہستیوں کی بھی



جب تک ایک
بھی اللہ والا
موجود ہے دنیا
باقی رہے گی
جس دن
خدا کی توحید کا
کلمہ پڑھنے والا
کوئی نہ رہا
قیامت قائم
کر دی جائے گی۔



بندگی شروع کر دی تھی اور مشکلوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہونے والوں کو مشکلکشا، حاجت روا سمجھ بیٹھے تھے ان کے بارے میں نبیوں اور ولیوں سے پوچھا جائے گا کہ آپ نے انہیں شرک فی الدعا و العبادات کا حکم دیا تھا؟ وہ انکار کر دیں گے فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ۔ پھر جنہیں وہ اپنا سفارشی سمجھتے تھے ان کی شفاعت مجرموں کو کوئی فائدہ نہ دے سکے گی۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام جیسے جلیل المرتبت پیغمبر سے بھی سوال ہو گا۔ قرآن مجید میں ہے اللہ تعالےٰ فرمائیں گے أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ۔ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ میری والدہ کو اور مجھے بھی اللہ کے علاوہ "الٰہ" مان لو؟ تو اللہ کا نبی ربِ ذوالجلال والاکرام کی بارگاہ جلال میں عرض کرے گا اے اللہ! تو ہر عیب سے پاک ہے، یہ میری ہستی کہاں کہ ایسی بات کہوں جس کا تو نے مجھے حکم نہیں دیا۔ میں نے تو ان لوگوں کو وہی کچھ کہا تھا جس کے کہنے کا

(باقی ۱۸ پر)

نا قابلِ فراموش

- احکامِ الٰہی کا اتباع
- والدہ کا احترام
- نماز کی اہمیت
- کردار کی اثر آفرینی

امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کا



جس نے خودسر اور سرکش نوجوانوں کو والدین کا فرمانبردار بنا دیا

روایت: جانشین شیخ التفسیر امام الہدیٰ حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

ترتیب:- عبد الرشید انصاری

یوں تو ہفتہ اتوار کے دن ہی سے مشتاقانِ دید کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ جو کہتے تھے ہم اس نومسلم عالمِ دین کی زیارت کے لئے آئے ہیں جس کی ایک تقریر نے ہمیں ذلتوں رسوائیوں اور اولاد کے ہاتھوں صدمے اٹھانے کے گڑھوں سے نکال کر عزت و سکون کے تخت پر بٹھا دیا ہے۔ ہمارے بیٹے پہلے خود کھاتے اپنی اولاد کو کھلاتے اور بچی کھچی اشیا بعد میں ہمارے آگے ڈال دیا کرتے تھے۔ بڑی نرمی سے مجبوری کے عالم میں اپنی کسی ضرورت کا ذکر کرتے تو ہمیں سختی سے جھڑک دیا جاتا تھا کوئی عقل کی بات کرتے تو جوان اولاد ہماری تذلیل کرتی۔ ہم اپنی زندگی سے دل برداشتہ ہو چکے تھے۔ مگر گذشتہ جمعہ کے بعد سے ہمارے نافرمان اور باغی بیٹے ادب و احترام سے نظریں جھکا کر ہمارے سامنے آتے ہیں کھانا پہلے ہمیں کھلاتے ہیں پھر اپنے بچوں کو دیتے ہیں اور خود کھاتے ہیں۔ یہ دنیا جو ہمارے لئے جہنم کا منظر پیش کر رہی تھی۔ اب جنت کا سماں باندھ رہی ہے۔ ایک ہفتہ گذر جانے کے باوجود آج نماز جمعہ کے موقعہ پر مدرسہ دارالرشاد گوٹھ پیر جھنڈا (سندھ) کی مسجد میں بہت سے نئے نمازی دکھائی دے رہے تھے ان کی آنکھوں میں مسرت و فرحت کے تارے چمک رہے تھے۔ ان کی روحیں اپنے محسن کو دیکھنے کے لیے بے تاب تھیں، وہ محسن جو انہیں جانتا نہ تھا اور نہ ہی انہوں نے اس سے پہلے کبھی اسے دیکھا تھا۔ ان نوآمدہ نمازیوں کو جستجو تھی کہ وہ کون ہمارا خیر خواہ ہے جس کو اللہ نے ہمارے لئے اپنی رحمت کا فرشتہ بنا کر بھیجا ہے کہ جس کے آوازۂ حق نے ہماری خودسر اور لاابالی اولاد کی زندگیوں کے دھارے بدل ڈالے ہیں۔ وہ بیٹے جو بوڑھے والدین کی کمزور و نحیف آواز پر کبھی کان نہ دھرتے تھے، جن کا جوان لہو والدین سے ہمدردی اور ان کے ادب و احترام سے ناآشنا تھا مگر اب وہ ماں باپ کی فرمانبرداری، اطاعت اور ان کی دلبستگی کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دے رہے۔ وہ معلمِ دین و حکمت کون ہے جس نے

ایک ہی ملاقات میں ہماری بے ادب اولاد کو آدابِ فرزندی کی بجا آوری کا دلدادہ بنا دیا؟ اس اولوالعزم انقلابی شخصیت سے آج تک ہم دور کیوں رہے؟ یہ ہماری کوتاہی اور محرومی ہے۔ مسجد میں نمازی تو ہر جمعہ نہایت ذوق و شوق سے کثیر تعداد میں آتے تھے لیکن آج بہت سے بوڑھے باپ نماز جمعہ کا فریضہ ادا کرنے کے علاوہ امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کی پیاس بجھانے، اپنی عقیدتوں کا گلشن آباد کرنے اور ان کے انمول احسان کا شکریہ ادا کرنے کے لئے بھی آئے تھے۔

جن کی پُراثر تقریر نے سامعین کے قلوب و اذہان میں وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ط کا صور ایمانی پھونک دیا تھا۔ دراصل حضرت سندھیؒ کی یہ تقریر کوئی معمول کا وعظ یا روایتی قصہ گوئی نہ تھی، یہ خلوص کا ابرِ رحمت تھا جو کھُل کر برسا، یہ دل سے نکلی ہوئی بات کا تیر تھا جو ٹھیک نشانے پر لگا۔ یہ حق کے لئے ایک عالمِ ربانی کی روح کا اضطراب تھا جس نے دلوں کی دنیا میں ہلچل مچا دی۔ یہ قرآن پر سچے اور پختہ ایمان کی معجزنمائی تھی، یہ اللہ تعالےٰ کی عبادت اور والدہ کا احترام کرنے کا ایسا عدیم النظیر واقعہ تھا جسے دیکھتے سننے والوں کے پتھر دل موم ہوگئے۔ بوڑھی ماں نے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو حکم دیا کہ بازار جاؤ اور ابھی مجھے نمک لا کر دو۔ گھر میں نمک بالکل ختم ہو چکا ہے۔ سالن میں ڈالنے کے لئے بھی نہیں ہے نماز کا وقت ہو رہا تھا مگر یہ ماں کا حکم تھا جس کے قدموں تلے جنّت ہے۔ حضرت سندھیؒ بازار آئے، دوکان سے نمک خریدا، واپس جا رہے تھے کہ مسجد کے دروازے سے نظر پڑی کہ نماز شروع ہو چکی ہے۔ آپ مسجد میں داخل ہوئے، وضو کیا اور اللہ کے بندوں کی صف میں شامل ہو کر اپنے رب کے حضور کھڑے ہوگئے۔ نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرنے کے بعد گھر پہنچے تو دیکھا کہ ان کے دیر سے آنے کے باعث والدہ کے تیور غصے سے چڑھے ہوئے تھے۔ پوچھا گیا دیر کیوں لگائی، بازار سے سودا لانے میں اتنا وقت تو نہیں لگتا۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے سچّی سچّی بات بتا دی کہ مسجد میں نماز ہو رہی تھی میں نماز پڑھ کر آیا ہوں۔ اس لئے دیر ہوگئی۔ بس نماز پڑھنے کا بتانا تھا کہ والدہ نے جوتا اٹھا لیا۔ کافرہ ماں نے اپنے مسلمان اور عالمِ دین بیٹے کی پٹائی شروع کر دی۔ وہ جوتے بھی برسا رہی تھی اور سخت سست بھی کہہ رہی تھی۔ میں پڑھاتی ہوں تجھے نماز، میں نے تو تجھے نمک لینے بھیجا تھا تو مسجد میں جا کر نماز پڑھنے لگ گیا۔ جوتوں کی مسلسل بارش سے مولانا سندھیؒ کے جسم سے لہو

> نماز میں نے اس لئے نہ چھوڑی
> کہ یہ اللہ تعالےٰ کا حکم تھا اور
> مار اس لئے کھاتا رہا کہ میری
> والدہ مجھے مار رہی تھی۔

بہنے لگا۔ کپڑے خون سے لت پت ہوگئے مگر مولانا بیٹھے مار کھاتے رہے کیونکہ مارنے والا ہاتھ ماں کا ہاتھ تھا جب مارتے مارتے تھک گئی تو کہا جاؤ اب پھر پڑھنا نماز۔

امیہ بن خلف اپنے حبشی غلام بلالؓ کو کلمہ پڑھ لینے کے جرم میں مارا کرتا تھا۔ تپتی ہوئی ریت پر دھوپ میں لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتا اور پوچھتا کیا اب کہو گے کہ خدا ایک ہے؟ مگر اسلام کے اس سچے متوالے اور نبی رحمت کے اس عاشق زار کی زبان سے اس حالت میں بھی احد، احد، احد کی صدائیں بلند ہوتی رہتی تھیں۔

حضرت جانشین شیخ التفسیر امام الہدیٰ مولانا عبیداللہ انور نے فرمایا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ امیہ بن خلف کے سامنے ہاتھ نہ اٹھا سکتے تھے۔ کیونکہ وہ اس کے غلام تھے۔ اور حضرت سندھیؒ اس لئے مار کھاتے رہے کہ مارنے والی ان کی ماں تھی۔ مجھے جیپ کار کی اگلی سیٹ پر حضرت مولانا عبیداللہ انور نے اپنے ساتھ بٹھا لیا تھا۔ حضرت مولانا محمد اجمل خان اتر کر دوسری گاڑی میں صاحبزادہ میاں محمد اجمل قادری کے ساتھ جا بیٹھے تھے۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب خلیفہ حضرت لاہوریؒ، حضرت مولانا قاری غلام فرید صاحب، حاجی سرفراز صاحب آف کراچی یہ سب حضرات باغبانپورہ سے حضرت ڈاکٹر عبدالرشید صاحب جو حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ، نیک دل عالمِ باعمل تھے کی تعزیت کر کے واپس آ رہے تھے کہ راستے میں حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ، اور دیگر حضرات سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا — جیپ کار لاہور کی سڑکوں پر دوڑتی جا رہی تھی اور حضرت جانشین شیخ التفسیر ذہن سے ماضی کی اوراق گردانی کرتے ہوئے امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی داستانِ عزم و وفا بیان فرما رہے تھے۔ ارشاد فرمایا "اندازہ کریں۔ جب ایک ماں اپنے بیٹے کو اسلام قبول کرنے کا جرم معاف کرنے کے لئے تیار نہیں اور وہ اسی لئے مولانا سندھیؒ پر بے پناہ تشدد کرتی ہے اسے بالکل ترس نہیں آتا تو اسلام

> یہ تقریر کوئی معمول کا وعظ یا روایتی قصہ گوئی
> نہ تھی یہ خلوص کا ابرِ رحمت تھا جو کھل کر برسا،
> یہ دل سے نکلی ہوئی بات کا تیر تھا جو ٹھیک
> نشانے پر لگا، یہ حق کے لئے ایک عالمِ ربانی
> کی روح کا اضطراب تھا جس نے دلوں کی
> دنیا میں ہلچل مچا دی

کے ابتدائی دور میں صحابہ کرامؓ پر کیا کیا مصیبتیں نہیں پڑی ہونگی ان پر کون کون سے مظالم نہیں توڑے گئے ہوں گے مگر یہ اسلام کی طاقت ہے کہ ان کے ایمان کو دنیا کی کوئی طاقت کبھی شکست نہ دے سکی۔ حضرت سندھیؒ بتایا کرتے تھے کہ جب بھی مجھے موقعہ ملتا اور میں دیکھتا کہ اس وقت میری والدہ مجھ سے خوش ہے تو میں بڑے ادب اور پیار سے کہتا "اماں! آپ بھی کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیں"۔ تو وہ فوراً جوتا اٹھا لیتی اور ایک دم ماں کی ممتا کفر کے غصے میں بدل جاتی وہ کہتی۔ "تو مجھے کلمہ پڑھاتا ہے میں نے تجھے جنا ہے یا تو نے مجھے جنا ہے"۔ لیکن ایمان سے نوازنا تو اللہ کے قبضہ میں ہے خود حضور رحمتِ دو عالم (صلی اللہ اللہ علیہ وسلم) سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ۔ "اے پیغمبر! یہ تیرا اختیار نہیں کہ جسے تو چاہے اسے ہدایت دے دے"۔

حضرت سندھیؒ چاہتے تو تھے کہ ان کی والدہ اسلام قبول کر لے مگر یہ ان کے اختیار میں نہ تھا اس لئے مار کھاتے اور دین کی دعوت دینے سے باز نہ آتے تھے۔ مگر آج تو معمول سے بہت زیادہ مار پڑی۔ دوسرے روز نماز جمعہ کے موقعہ پر خون سے رنگے اپنے کپڑے مسجد میں ساتھ لے گئے۔ دورانِ تقریر آپ نے وہ کپڑے لوگوں کو دکھائے اور فرمایا کہ دیکھو یہ میرے کپڑوں پر میرے اپنے جسم کا لہو ہے، آپ لوگ پریشان نہ ہوں مجھے کوئی حادثہ پیش نہیں آیا اور نہ کسی غیر نے اپنے ظلم وستم کا مجھے تختۂ مشق بنایا ہے۔ میرا تو کسی سے کوئی جھگڑا اور تنازعہ ہی نہیں، میں تو سب کی بھلائی چاہتا ہوں، میرا ایک ہی دشمن ہے جس نے سات سمندر پار سے آکر مسلمانوں سے اقتدار چھینا۔ اور پورے ہندوستان کو غلام بنا لیا ہے میں چاہتا ہوں کہ تمام نسل انسانی غیر اللہ کے خلاف جہاد کے لئے اٹھ کھڑی ہو اور انسانوں پر اللہ کے قانون کے سوا کسی اور کی حکمرانی باقی نہ رہے۔ انسان کی پیشانی صرف اللہ کے دروازے پر جھکے اور کوئی طاقتور کسی کمزور پر دھونس نہ جمائے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات یہی ہیں۔ اسلام نے مجھے یہی سکھایا، اور میرے ایمان کی تمنا یہی ہے۔ میں نے بچپن میں سکھ مذہب چھوڑ کر اور دین اسلام قبول کر کے یہ عہد کیا تھا آج تک اسی عہد پر قائم ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جب تک میرے جسم میں آخری سانس باقی دنیا کی کوئی طاقت مجھے سرمُو اس عہد سے منحرف نہ کر سکے گی کہ "میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکموں پر عمل کروں گا"۔

پس اسی عہد کی پاسداری کرتے ہوئے میں نے اپنا جسم لہو لہان کروا لیا اور میرے کپڑے میرے ہی خون سے سرخ ہو گئے میرے زخمی بدن سے خون بہتا رہا۔ درد تکلیف اور زخموں کی ٹیسوں سے میرا بُرا حال ہو رہا تھا مگر میں اللہ سے ڈر گیا۔ قرآن کا حکم میرے سامنے تھا اس لئے میں نے اس ہاتھ کو اپنے ہاتھ سے نہ روکا جو مجھ پر تشدد کر رہا تھا کیونکہ وہ ہاتھ کسی اور کا نہیں میری والدہ کا ہاتھ تھا اس کے غصہ کو اپنی طاقت سے مجھے روکنے کی اجازت نہ تھی وہ میری ماں تھی اس لئے میں مار کھاتا رہا۔ اگر غصہ میں آکر ایک لفظ بھی میری زبان سے نکل جاتا بے ادبی کا تو میں مجرم قرار پاتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا یعنی اپنے ماں باپ کو جھڑکو نہیں انہیں اُف تک نہ کہو"۔ میں والدہ کے حکم پر بازار سے سودا لینے گیا واپسی پر راستہ میں دیکھا کہ مسجد میں نماز ہو رہی ہے اب میرے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم موجود تھا کہ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ شامل ہو کر رکوع کرو یعنی نماز با جماعت ادا کرو۔ اگر میں جماعت ہوتی ہوئی چھوڑ کر والدہ یا کسی اور کے لئے چلا جاتا تو یہ خالق کے مقابلہ میں مخلوق کو خوش کرنے کا عمل ہوتا جو شرک ہے اسلام میں اس کی گنجائش نہیں۔ لَا طَاعَتَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَتِ الْخَالِقِ۔ مخلوق کا وہ کام جس کے کرنے میں خالق کی نافرمانی ہوتی ہو اس کا کرنا جائز نہیں۔ میں نے مسجد میں نماز پڑھی۔ یہ اللہ کا حکم تھا جسے والدہ کے حکم کے لئے چھوڑا نہیں جا سکتا تھا۔ سورۂ لقمان میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے انسان کو اس کے والدین کے متعلق وصیت کی ہے۔ انسان کو ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کی ماں نے پیٹ میں رکھا۔ بعض اوقات دو برس تک ماں اپنے بچے کو دودھ بھی پلاتی ہے اس لئے میرا اور ماں باپ کا شکر ادا کرو۔ تم نے میرے پاس ہی لوٹ آنا ہے لیکن اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرا تو پھر ان کی بات نہ مانو۔ اس کے لئے تمہارے پاس علم و فکر کی کوئی دلیل نہیں ہے لیکن دنیا میں والدین کے ساتھ تم نیکی کرتے رہو وَصَاحِبْھُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا۔ والدہ نے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی تو میں نے جھوٹ نہیں بولا کوئی بہانا نہیں کیا سچی بات بتا دی کہ نماز پڑھنے لگ گیا تھا اس لئے دیر ہوئی۔ پھر میرا جو حشر ہوا وہ میں بیان نہیں کر سکتا میرے خون آلود کپڑوں سے کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ نماز میں نے اس لئے نہ چھوڑی کہ یہ میرے اللہ کا حکم تھا اور مار اس لئے کھاتا رہا کہ میری ماں مجھے مار رہی تھی۔ ماں کو بہر حال ماں ہے خواہ کافرہ کیوں نہ ہو، اس کے حقوق ادا کرنا، اس کے ادب واحترام کو قائم رکھنا اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا ذریعہ ہے اور اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے "اِلٰہ" وہی ہے اس کے مقابلہ میں والدین بھی کوئی بات کہیں تو نہ مانی جائے گی۔ میں تم سے وہی بات کہتا ہوں جس پر میں خود عمل کرتا ہوں۔ اور جس پر میرا ایمان ہے۔ یہ سب کچھ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔ یہ حکم اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کتاب میں بیان کر دیا جس پر میرا اور آپ سب کا ایمان ہے۔

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ط اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا۔ اور تیرا رب فیصلہ کر چکا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو اور

ان سے ادب سے بات کرو۔

امام الہدیٰ حضرت مولانا عبیداللہ انور نے فرمایا۔ امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی اس درد بھری تقریر میں لوگ سسکیاں لے رہے تھے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے جنہوں نے دلوں کی سیاہی دھو ڈالی۔ دراصل حضرت سندھیؒ نے جو کچھ کہا دل سے کہا اس لئے لوگوں نے بھی وہیں فیصلہ کر لیا کہ آج کے بعد ہم ماں باپ کا حق ادا کریں انہیں سُکھ پہنچائیں گے دکھ نہیں دیں گے

دراصل ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

آج تو اکثر تقریریں محض برائے تقاریر ہوتی ہیں تو اثر کیسے ہو؟ جب خود اپنا عمل نہیں۔

امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ علم و عمل کی دنیا میں یکتائے روزگار تھے، ان کی پوری زندگی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جن میں سے ہر واقعہ ایک مستقل انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ عصرِ حاضر میں جبکہ روکاوٹوں، مجبوریوں اور موقعہ پرستوں کے مکروہ کردار سے پیدا ہونے

(باقی ہے)

بقیہ : خطبہ جمعہ

تو نے مجھے حکم فرمایا تھا یعنی اللہ کی بندگی اور عبادت کرو۔ وہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے مگر انہوں نے میری تعلیم کو اُلٹ دیا اور شرک کرتے رہے اب تُو جانے اور تیرا کام، یہ تیرے بندے ہیں اگر تُو انہیں سزا دے تجھے حق ہے اور اگر تُو معاف کر دے تو تُو زبردست حکمت والا ہے۔

یہی حال اولیاء کرام کے غلط پیروکاروں کے ساتھ بھی ہوگا کہ بزرگانِ دین ان رسم پرست بِدعتیوں سے اپنی بیزاری اور برأۃ کا بیان دے دیں گے۔ آج یہ لوگ صرف بزرگوں سے عقیدت کا نعرہ لگا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت مطہرہ سے بغاوت کرتے ہوئے اولیاء کرام کی تعلیمات سے بھی روگردانی کرتے ہیں۔ العلماء ورثۃ الانبیاء علماء ربانیّین اور اولیاء کرام انبیاء کے وارث ہیں۔ پہلی امتوں نے اپنے نبیوں کی تعلیم کو مسخ کیا اور دنیا پرستی کی۔ اور موجودہ مسلمانوں نے بزرگوں اور ولیوں سے محبت کا دعویٰ کیا اور ان کے بتائے ہوئے راستے کو بھی چھوڑا۔ جرم تو ایک جیسا ہے کہ انہوں نے بھی اور ان بعد والے لوگوں نے بھی صراط مستقیم کو چھوڑا، دین کو ترک کیا، خدا کی ناراضگی سے دونوں طبقے نہیں بچ سکیں گے۔

ولی اور بزرگ وہی ہوتے ہیں جن کے صبح و شام دین کے مطابق گذریں۔ خدا کی کتاب اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنّت کا تارک ولی نہیں ہو سکتا۔ اولیاء کرام اور علماء ربانیّین دین و شریعت کے وہ پہاڑ ہیں جن کی اصل تحت الثریٰ ہیں اور بلندی آسمانوں کو چھو رہی ہے جیسے فرمایا اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَاءِ یہ سچی حقیقت ہے کہ حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ بھی سرزمین ہند میں دین اسلام کا کوہ ہمالہ تھے جن کی رفعتوں اور عظمتوں کو کوئی چھُو بھی نہیں سکتا۔ انہوں نے مسلمانوں کے دلوں میں قربانی اور جہاد فی سبیل اللہ کا جو پودا لگایا تھا کاش! آج وہ پھر سرسبز و بارآور ہو اور دشمنوں کے جس گھیرے میں ہم آئے ہوئے ہیں اس سے آزادی ملے۔

ہم اپنے عظیم اسلاف کی درخشاں روایات زندہ رکھیں گے

مولانا محمد اجمل قادری

حضرت لاہوریؒ قرآن و سنّت کی زندگی کا عملی نمونہ تھے (مولانا غلام محمدؐ)

بہاولنگر اور ڈونگہ بونگہ میں محافلِ ذکر و بیعت سے خطاب

امام الہدیٰ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم کے فرزند اکبر مولانا صاحبزادہ میاں محمد اجمل قادری نے یکم اپریل کو نماز عشاء کے بعد محفل بیعت سے قبل جامعہ نعمانیہ ربانیہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا رب العالمین کا نام سب سے بلند و بالا ہے جس دل میں اللہ کی یاد اور اللہ کے نام کو بالادستی حاصل ہو جائے گی وہ دنیا اور آخرت میں رحمتوں عزتوں اور عظمتوں سے نوازا جائے گا۔ اصل چیز تزکیہ قلب ہے۔ اس کے بغیر دل کی دنیا ایمان کے نور سے نہیں جگمگاتی۔ ہمارے بزرگوں اور عظیم اسلاف نے شرک و بدعت اور دین سے غفلت و بے عملی کی تباہیوں سے لوگوں کو خبردار کیا ان کو اندھیروں سے نکال کر دین سے محبت اور دین پر عمل کرنے کی روشنی میں لائے اور ہمیشہ باطل قوتوں کے خلاف برسرپیکار رہے۔ ہم ان کی درخشاں روایات کو زندہ رکھیں گے ان کا مشن جاری رہے گا۔

جامعہ نعمانیہ ربانیہ کے مہتمم اور بہاول نگر کے بزرگ عالم دین حضرت مولانا غلام محمد صاحب نے صاحبزادہ قادری کا خیر مقدم کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ امام الاولیاء حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہ آخری وقت تک اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا پیغام عام کرنے میں مشغول رہے۔ انہوں نے اعلاء کلمۃ الحق کی راہ میں کسی طاقت یا مصلحت کی رکاوٹ کو کبھی برداشت نہیں کیا۔ ان کی ساری زندگی قرآن و سنت کا عملی نمونہ تھی اور مسلمانوں کی دین سے غفلت کو دیکھ کر انہیں دلی صدمہ ہوتا تھا ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

اللہ سب کا ایک ہے اللہ کا کوئی ایک
لاکھوں میں تو کوئی نہیں اربوں میں جا دیکھ

نماز عصر سے قبل حضرت مولانا صاحبزادہ میاں محمد اجمل قادری بہاولنگر کے نواحی قصبہ ڈونگہ بونگہ کی جامع مسجد میں بھی تشریف لے گئے جہاں متعدد افراد نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور صاحبزادہ سلمہٗ نے لوگوں کو تلقین کی کہ وہ مسجد و مدرسہ سے اپنا تعلق مضبوط کریں اور زندگی کے ہر شعبہ میں قرآن و سنت کو مشعل راہ بنائیں۔ مدرسہ نعمانیہ ربانیہ بہاول نگر کے اجتماع میں مولانا عبدالغفور نے بھی خطاب کیا۔

بقیہ : ناقابل فراموش

والے مسائل کے عفریت منہ کھولے کھڑے ہمارا باعزم، روشن فکر اور دینی غیرت و حمیّت سے مالامال دیندار طبقہ اور نوجوان علماء حضرت مولانا عبیداللہ سندھی علیہ الرحمۃ ایسے اکابر کے فکر و عمل کو مشعلِ راہ بنائیں تو کوئی بعید نہیں کہ منزلیں سمٹ کر آج بھی ان کے پاؤں تلے خود آجائیں ـــــ مگر صد افسوس کہ ؎

شغلِ بے شغلیٔ احباب نہ پوچھ
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں

رجب کے کونڈوں کی حقیقت

پروفیسر حافظ عبدالمجید، چکوال

آج کل مسلمانوں میں جو بدعتیں رواج پا چکی ہیں۔ ان میں سے ایک بہت بڑی بدعت ۲۲ رجب کے کونڈے ہیں۔ جو لوگ اس بدعت کے خوگر ہو چکے ہیں وہ ۲۲ رجب کی صبح کو خالص میدہ، گھی، کھانڈ، دودھ اور میوہ جات وغیرہ کو ایک خاص تناسب سے ملا کر خستہ پوریاں بناتے ہیں۔ پھر ان کو مٹی کے کورے کونڈوں میں بھر کر کسی چوکی یا صاف چادر وغیرہ پر رکھ دیتے ہیں۔ اور ایک منظوم کتاب داستانِ عجیب پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا فاتحہ پڑھا جاتا ہے۔ پھر دوست احباب، اور عزیز و اقارب کو ایک دو پوریاں اس طرح کھلائی جاتی ہیں کہ کوئی شخص پوریوں کا ایک ٹکڑا بھی مقررہ جگہ سے باہر نہ لے جائے۔ کیونکہ ایسا کرنا ان کے نزدیک کونڈے کے آداب کے خلاف ہے۔ اور اس بدعت پر عمل کرنے والے لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ کونڈے جس مقصد و غرض کے لیے پکائے جائیں گے وہ مقصد ضرور پورا ہوگا۔ اور جو کونڈوں کی مخالفت کرے گا نقصان اٹھائے گا۔

کونڈوں کی تاریخ

کونڈوں کی مروجہ بدعت نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ نہ ہی صحابہؓ و تابعینؒ و ائمہ مجتہدین سے۔ نیز یہ بدعت خالص ہندوستان کی ایجاد ہے۔ ہندوستان کے علاوہ اور کسی ملک میں کونڈوں کا نام و نشان نہیں ملتا۔ اور ہندوستان میں بھی ۱۹۰۶ء سے پہلے اس بدعت کا کوئی وجود نہ تھا۔ ۱۹۰۶ء میں رام پور (یو۔پی) میں اس بدعت کا اس طرح آغاز ہوا کہ امیر مینائی کے فرزند منشی خورشید احمد نے آٹھ صفحے کا ایک رسالہ چھپوایا جس میں لکڑ ہارے کی کہانی اور نیاز کی ترکیب نثر میں درج تھی۔ اس طرح منشی خورشید احمد نے ۱۹۰۶ء میں کونڈے کی اس رسم کا عملی طور پر آغاز کیا۔ بعد میں کسی شاعر نے اس روایت کو منظوم کر کے داستانِ عجیب کے نام سے شائع کیا۔

داستانِ عجیب

داستانِ عجیب میں ایک لکڑ ہارے کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ لکڑ ہارا مدینہ منورہ میں رہتا تھا۔ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتا اور بازار میں ان لکڑیوں کو بیچ دیتا۔ یہی اس کا ذریعہ معاش تھا۔ لیکن اس کا گذارا بڑی مشکل سے ہو رہا تھا۔ تنگ آکر لکڑ ہارا مدینہ چھوڑ کر دور دراز کسی اور شہر کی طرف چلا گیا۔ لکڑ ہارے کے چلے جانے کے بعد اس کی بیوی نے مدینہ کے بادشاہ کے وزیر اعظم کے گھر میں جھاڑو دینا شروع کر دیا۔ اور وزیر اعظم اس کے بدلے میں جو خدمت کرتا اس سے اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے لگی۔ ایک دفعہ وہ وزیر اعظم کی ڈیوڑھی میں جھاڑو دے رہی تھی کہ حضرت امام جعفر صادقؒ کا اس طرف گذر ہوا۔ آپ ڈیوڑھی کے سامنے کھڑے ہو کر فرمانے لگے۔ آج ۲۲ رجب ہے اور جو شخص ۲۲ رجب کو غسل کر کے عقیدت کے ساتھ میرے نام کے کونڈے بھرے۔ اور پورے اعتقاد کے ساتھ میرا فاتحہ کرائے تو اس کی مراد پوری ہوگی۔ ورنہ روزِ حشر اس کا ہاتھ ہوگا اور ہمارا دامن۔

داستانِ عجیب کے مطابق لکڑ ہارے کی بیوی نے امام کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق کونڈے پکائے۔ اور یہ مراد مانگی کہ اس کا شوہر بخیریت گھر واپس آجائے۔ اور اپنے ساتھ مال و دولت بھی لے کر آئے۔

داستانِ عجیب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ لکڑ ہارے کو ترک وطن کیے بارہ سال گذر چکے تھے۔ جس دن اس کی بیوی نے کونڈے کی رسم پوری کی۔ اس دن یہ واقعہ پیش آیا کہ لکڑ ہارا جنگل میں لکڑیاں کاٹ رہا تھا۔ کہ اچانک کلہاڑا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر جا گرا۔ کلہاڑے کے زمین پر گرنے سے جس قسم کی آواز پیدا ہوئی لکڑ ہارے نے اس سے یہ اندازہ لگایا کہ زمین اندر سے خالی ہے۔ اس نے اس زمین کو کھود ڈالا۔ اسے ایک بہت بڑا خزانہ ملا۔ وہ اس خزانہ کو لے کر مدینہ پہنچا۔ وہاں اس نے وزیر اعظم کے محل کے ساتھ ہی ایک بہت بڑا محل بنوا لیا۔

داستانِ عجیب کے مطابق وزیر اعظم کی بیگم ایک دن اتفاق سے جب اپنے محل کے بالا خانے پر چڑھی

تو کیا دیکھتی ہے کہ اس کے محل کے ساتھ ایک اور محل تعمیر ہو چکا ہے۔ اس نے اپنی خادماؤں سے محل کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ یہ اسی لکڑ ہارے کا مکان ہے۔ جس کی بیوی کبھی یہاں جھاڑو دیا کرتی تھی۔

داستانِ عجیب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وزیر اعظم کی بیوی نے لکڑ ہارے کی بیوی کو بلوا بھیجا۔ اور حالات کی اس تبدیلی کا سبب پوچھا۔ لکڑ ہارے کی بیوی نے سارے واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ سب کونڈوں کی برکت ہے۔ لیکن وزیر اعظم کی بیوی کو یقین نہ آیا بلکہ اس نے کونڈوں کا مذاق اڑایا۔ کونڈوں کی فضیلت پر ایمان نہ لانے سے وزیر اعظم اور اس کی بیوی پر یہ عتاب نازل ہوا کہ چھوٹے وزیر کی سازش سے لاکھوں کا غبن وزیر اعظم کے ذمہ لگا۔ اس کو عہدے سے معزول کیا گیا۔ اور ساری جائیداد ضبط کر کے وزیر اعظم اور اس کی بیوی کو شہر بدر کر دیا گیا۔

داستانِ عجیب کے مطابق وزیر اعظم اس حال میں شہر بدر ہوا کہ اس کی جیب میں ایک پیسہ بھی نہ تھا۔ البتہ اس کی بیگم کی جیب میں اتفاقاً دو درہم رہ گئے تھے۔ راستہ میں ایک جگہ خربوزے بک رہے تھے۔ بیگم نے ایک درہم سے ایک خربوزہ خرید لیا۔ اور رومال میں باندھ لیا۔ تاکہ جب بھوک لگے گی کھا لیں گے۔ راستہ میں انہیں شاہی پولیس نے شہزادے کے قتل کے شبہ میں گرفتار کر لیا۔ جب رومال کھولا گیا تو خربوزے کی جگہ خون سے لتھڑا ہوا شہزادے کا سر نکلا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دونوں کو جیل بھیج دیا جائے جیل میں جا کر وزیر اعظم کی بیوی نے منت مانی کہ اگر ان کو رہائی مل گئی تو وہ کونڈے کی رسم بجا لائے گی۔ منت مانتے ہی حالات بدل گئے۔ شہزادہ صبح سویرے صحیح سلامت گھر پہنچ گیا۔ بادشاہ نے ان کو رہا کر دیا اور وزیر اعظم اپنے عہدہ پر بحال ہو گیا۔

داستانِ عجیب پر تنقید

داستانِ عجیب میں بیان کردہ لکڑ ہارے کی کہانی سراپا من گھڑت کہانی اور کذب و افترا کا ایک مجموعہ ہے۔ اس کہانی کے جھوٹا ہونے کے دلائل یہ ہیں:۔

پہلی دلیل

اس کہانی کے مطابق امام جعفر صادقؒ کے زمانہ میں مدینہ میں ایک بادشاہ اور اس کے وزیر اعظم کے وجود کو تسلیم کیا گیا ہے۔ حالانکہ امام جعفر صادقؒ کے زمانے (۸۰ھ تا ۱۴۸ھ) میں مدینہ منورہ میں نہ کوئی بادشاہ تھا نہ وزیر اعظم۔ حضرت امام جعفر صادقؒ کی زندگی کے ابتدائی ۵۲ سال خلفائے بنی امیہ کے عہدِ خلافت

میں گذرے تھے۔ اور خلفائے بنی امیہ کا دارالخلافہ دمشق تھا۔ اور حضرت امام جعفر صادقؒ کی زندگی کے آخری ۱۶ سال خلفائے بنی عباس کے عہد خلافت میں بسر ہوئے۔ اور ان کا دارالخلافہ بغداد تھا نہ کہ مدینہ منورہ یہ اس قصہ کے جھوٹا ہونے کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔

دوسری دلیل

اس قصہ میں یہ کہا گیا ہے کہ امام جعفر صادقؒ نے خود اپنی زندگی میں اپنی فاتحہ دلانے کی تلقین کی۔ حالانکہ ایصالِ ثواب یا فاتحہ کسی کا بھی ہو موت یا وفات کے بعد ہی ہوا کرتا ہے۔ یہ اس قصہ کے جھوٹا ہونے کی ایک اور دلیل ہے۔

تیسری دلیل

اس قصہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ جو کونڈوں پر میری فاتحہ دلائے گا۔ میں اس کی مراد پوری کروں گا۔ اور اگر اس کی مراد پوری نہ ہوئی تو قیامت کے دن اس کا ہاتھ ہوگا اور میرا دامن۔ حالانکہ حاجت روا اور مشکل کشا صرف ایک اکیلا اللہ ہے۔ اس کے سوا کوئی حاجت روائی نہیں کر سکتا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○

ترجمہ: اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اللہ کے سوا اس کو کوئی دُور نہیں کر سکتا۔ اور اگر وہ تمہیں کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ کے سوا کسی کو حاجت روا مشکل کشا ماننا شرک ہے۔ اور امام جعفر صادقؒ جیسے اولیاء اللہ کیسے شرک کی تعلیم دے سکتے ہیں۔ یہ سب آپ پر افترا ہے اور بہتان ہے۔

چوتھی دلیل

اس قصہ میں کونڈے کی بدعت کو حضرت امام جعفر صادقؒ سے منسوب کیا گیا ہے۔ حالانکہ حضورؐ کا ارشاد ہے:-

کل بدعة ضلالہ۔

ہر بدعت گمراہی ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؒ جیسا مردِ مومن کیسے بدعت وضلالت کی تبلیغ کر سکتا ہے۔ یہ سب من گھڑت افسانے ہیں۔

پانچویں دلیل

اس قصہ کے مطابق ۲۲ رجب کے دن کونڈوں پر امام جعفر صادقؒ کی فاتحہ دلائی جاتی ہے۔ حالانکہ ۲۲ رجب امام جعفر صادقؒ کا نہ یوم ولادت ہے نہ یوم وفات۔ ایک روایت کے مطابق امام جعفر صادقؒ کا یوم ولادت ۸ رمضان ۸۰ھ اور دوسری روایت کے مطابق ۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ ہے۔ اور آپ کا یوم وفات متفقہ طور پر ۱۵ شوال ۱۴۸ھ ہے۔ اس طرح ۲۲ رجب کو امام جعفر صادقؒ کی فاتحہ دلانا ایک بےمعنی بات ہے۔

چھٹی دلیل

خربوزے کا شہزادے کے سر میں تبدیل ہونا اور پھر واپس خربوزے میں بدلنا افسانہ نگاری اور جھوٹ کی انتہا ہے۔

ساتویں دلیل

اس قصہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وزیر اعظم کی بیگم نے کونڈوں کو نہ مانا اور کونڈوں کا مذاق اڑایا تو وہ مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ اور جب انہوں نے کونڈوں کی منت مانی تو ساری مصیبت دُور ہو گئی۔ یہ بھی من گھڑت بات ہے اگر کونڈے بھرنا ایسا ہی ضروری ہوتا تو اس کا حکم قرآن میں ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حکم فرماتے اور صحابہؓ کا یہ معمول ہوتا۔ اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین سے ثابت ہوتا۔ لیکن یہاں تو صورتِ حال یہ ہے کہ دوسرے ملکوں میں اس کا نام ونشان نہیں۔ اور برصغیر پاک وہند میں بھی ۱۹۰۶ء سے پہلے کوئی اس کا نام نہیں جانتا تھا۔ اگر یہ واقعی کوئی تاریخی واقعہ ہوتا تو مستند تاریخوں میں اس کا تذکرہ پایا جاتا۔

اصل حقیقت

اصل بات یہ ہے کہ ۲۲ رجب حضرت امیر معاویہؓ کا یوم وفات ہے۔ اور شیعہ اس دن کونڈے کھا کر خوشی مناتے ہیں۔ جس طرح کہ وہ حضرت فاروق اعظمؓ کے یوم شہادت پر فاروق اعظمؓ کے قاتل ابولولو فیروز کو بابا شجاع الدین کا لقب دے کر خوشی ومسرت کا اظہار کرتے ہوئے عید کا دن مناتے ہیں۔ اور چونکہ شیعہ حضرت امیر معاویہؓ کے یوم وفات پر علی الاعلان خوشی نہیں منا سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے یہ شرط لگا دی کہ کونڈے گھر سے باہر نہیں نکلنے چاہئیں۔ لیکن شیعہ حضرات نے تقیہ کرتے ہوئے کونڈوں کو امام جعفر صادقؒ سے منسوب کر دیا تاکہ سنیوں میں بھی یہ بدعت رواج پا سکے۔ اس لئے اہل سنت والجماعت کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ۲۲ رجب کے دن کونڈے بھرنا دراصل حضرت امیر معاویہؓ کے یوم وفات پر خوشی ومسرت کا اظہار کرنا ہے۔ اور سنیوں کے لئے یہ بات بہت ہی لغو اور بےہودہ ہے کہ وہ ایک صحابی رسول کے یوم وفات پر خوشی اور مسرت کا اظہار کریں۔

کونڈوں کے بدعت وضلالت ہونے کے متعلق چند علمائے کرام کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کا ارشاد

مناظرِ اسلام حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے اپنے رسالہ النجم لکھنؤ، بابت جمادی الاولی ۱۳۴۸ھ میں ارشاد فرمایا:

"ایک بدعت ابھی تھوڑے دنوں سے ہمارے اطراف میں شروع ہوئی ہے۔ اور تین چار سال سے اس کا رواج یوماً فیوماً بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ بدعت کونڈوں کے نام سے مشہور ہے۔"

مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ارشاد

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کونڈوں کے متعلق فرماتے ہیں:-

"یہ عمل مسئول عنہ مجموعہ ہے بدعات اعتقادیہ وعملیہ کا۔"

مفتی محمد شفیع صاحب کا فتویٰ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب بانی دارالعلوم کراچی اور کئی دیگر علماء مثلاً مولانا احتشام الحق صاحب تھانویؒ مفتی ولی ٹونکی، مولانا محمد متین الخطیب وغیرہ اس بات پر متفق ہیں کہ:-

"کونڈوں کی مروجہ رسم مذہب اہل سنت والجماعت میں محض بے اصل، خلاف شرع اور بدعت محدثہ ممنوعہ ہے۔ کیونکہ نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ہے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعینؒ سے اور نہ ائمہ اسلام سے منقول ہے ــــ یہ مخالفین ومعاندین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایجاد ہے۔

نیز فرماتے ہیں:-

"درحقیقت یہ تقریب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔ جس وقت یہ رسم لکھنؤ میں ایجاد ہوئی اہل سنت والجماعت کا غلبہ تھا۔ اس لئے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی بطور حصہ علانیہ نہ تقسیم کی جائے۔ تاکہ راز فاش نہ ہو سکے۔ دشمنانِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کے یہاں۔ یہ شیرینی کھائیں جہاں اس کو رکھا گیا ہے۔ اور اس طرح اپنی خوشی اور مسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں۔ جب اس کا چرچا ہوا۔ اور راز طشت ازبام ہونے لگا تو اس کو حضرت جعفر صادقؒ کی طرف منسوب کر کے اور ایک روایت گھڑ کر یہ تہمت حضرت جعفر صادقؒ پر لگائی کہ انہوں نے

خود تاریخ ۲۲ رجب میں اپنی فاتحہ دلانے کا حکم دیا ہے۔ حالانکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔

مہتمم دارالعلوم بریلی کا فتویٰ

مولانا محمد یاسین صاحب مہتمم دارالعلوم سرائے خام فرماتے ہیں :۔

"واقعی یہ کتاب یعنی داستان عجیب سراسر کذب و افتراء سے بھری ہوئی ہے۔ اور ایک مکار بدعتی نے بنائی ہے عوام کالانعام عجائب پرست ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ اسرائیلی عجائب پرست تھے۔ علماء پر واجب ہے کہ ان رسوم کو تحریراً و تقریراً نیست و نابود کرکے ثواب دارین حاصل کریں۔"

مدرس مدرسہ بریلی کا فتویٰ

سید محمد مبارک علی مدرس مدرسہ مصباح العلوم بریلی فرماتے ہیں:۔

"یہ حکایت (لکڑہارے والی) بالکل بے اصل اور سراپا غلط ہے۔ جو کسی مفتری اور کذاب کی گھڑی ہوئی ہے۔ اس پر آشوب زمانہ میں ایسے دجاجلہ کا وجود کوئی تعجب کی بات نہیں ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ ہوشیار رہیں اور فتنے سے بچیں۔"

نیز فرماتے ہیں :۔

"امام جعفر صادقؒ کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے۔ کوئی ادنیٰ مسلمان بھی ایسی لغو و لایعنی بات نہیں کہہ سکتا۔ جو بدعت اور شرک کو مستلزم ہو۔ یہ سب افتراء ہے جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے گھڑا گیا ہے۔"

حاصل کلام

الغرض ۲۲ رجب کے کونڈے کی رسم بدعت ہے۔ گمراہی وضلالت اور شرکیہ عقائد پر مبنی ہے۔

حضرت امام جعفر کے ساتھ اس کی نسبت سراسر فرضی اور من گھڑت ہے۔ دراصل یہ شیعہ حضرات کی ایجاد کی ہوئی رسم ہے۔ شیعہ اس بدعت کے ذریعہ حضرت امیر معاویہؓ کے یوم وفات ۲۲ رجب کو خوشی مناتے ہیں۔ تمام اہل سنت والجماعت کو اس بدعت سے مکمل طور پر اجتناب کرنا چاہیئے۔ بلکہ اس بدعت کے خلاف جہاد کرنا چاہیئے۔

(بقیہ : مرتد کو پھانسی کی سزا)

جس میں مسلموں اور غیر مسلموں کے حقوق برابر ہوں۔

متذکرہ بالا پمفلٹ کی بنیاد پر محمود طٰہٰ پر مقدمہ چلا۔ عدالت نے اسے وہی سزا دی جو شریعت میں ایک مرتد کے لیے مقرر ہے یعنی موت۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اسے تین دن کی مہلت بھی دی کہ اگر محمود طٰہٰ اپنے غیر اسلامی عقائد سے توبہ کرلے تو اس کی سزا ختم کی جا سکتی ہے۔ طٰہٰ کے علاوہ اس کے چاروں ساتھیوں کو بھی پھانسی کی سزا دی گئی تھی لیکن جب انہوں نے اپنے عقائد سے رجوع کر لیا تو انہیں معاف کر دیا گیا۔ یہ اس واقعے کی حقیقت ہے۔ اس پر سب سے زیادہ شور لادین کمیونسٹ مچاتے ہیں۔ لیکن انہیں معلوم نہیں کہ کمیونزم نہیں بلکہ لینن اور اسٹالن کی پالیسیوں کے ساتھ اختلاف کرنے والوں کا کیا حشر ہوا تھا کمبوڈیا کی پال پاٹ حکومت نے اپنے دور میں کیا کیا۔ پال پاٹ حکومت کمیونسٹ تھی اور اس کے بعد آنے والی اس کی جانشین ہینگ سمرین حکومت بھی کمیونسٹ ہے۔ ہینگ سمرین حکومت نے انکشاف کیا ہے کہ پال پاٹ حکومت نے اپنے دورِ اقتدار میں ۲۰ لاکھ افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

جس طرح ہر مملکت کے نزدیک باغی کی سزا موت ہے اسی طرح اسلام کے باغی کی سزا بھی موت ہے۔ اسلام بلاشبہ اظہار کی آزادی دیتا ہے لیکن کیا دنیا کا کوئی نظام بغاوت کی اجازت دیتا ہے؟

(بشکریہ ہفت روزہ "اہلحدیث" لاہور)

محمد اقبال کیلانی
انجینئرنگ کالج، ریاض

مرتد کو پھانسی کی سزا

پاکستان کے ایک موقر روزنامہ نے سوڈان کے محمود طٰہٰ کے بارے میں ایک مضمون شائع کیا جس کا عنوان تھا "ایک روشن ضمیر بزرگ کی شہادت" محمود طٰہٰ کو سوڈان میں ۱۸ جنوری ۱۹۸۵ء کو پھانسی کی سزا دی گئی تھی۔ ان کی سزائے موت پر بعض اخبارات نے اداریتی نوٹ بھی لکھے۔ اسی طرح مغربی دنیا میں بھی اس سزائے موت پر بڑا غوغا کیا گیا۔ لیکن افسوس کہ کسی نے حقیقتِ حال جاننے کی کوشش نہ کی۔ مغرب کی مخالفت تو واضح ہے کہ اسے سوڈان میں نفاذِ اسلام ایک آنکھ نہیں بھاتا اس لئے وہ نمیری حکومت کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ لیکن پاکستان کے پریس کو زیادہ چوکس رہنا چاہیئے۔ انہیں جاننا چاہیئے کہ صرف طریقِ کار پر اختلاف کی سزا موت نہیں ہوسکتی یہی وجہ ہے کہ خود سوڈان سے بھی اس سزا کے خلاف کوئی آوازِ بلند نہ ہوئی محمود طٰہٰ کے کیس کے بارے میں میں نے محنت سے تمام کوائف جمع کئے ہیں امید ہے کہ اس سے ان حلقوں کی غلط فہمی دور ہو جائے گی جو حقیقت حال کو اخلاص سے سمجھنا چاہتے ہیں۔

۷۶ سالہ محمود طٰہٰ خرطوم کا رہنے والا تھا۔ خرطوم یونیورسٹی سے جو اس وقت کلیۃ الخردونؒ کہلاتی تھی سول انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی۔ ذہین سادہ رہن سہن اور مدلل گفتگو کرنے والا طٰہٰ کسی یونیورسٹی یا کلیہ سے اسلامی تعلیم حاصل نہ کر سکا تھا۔ ۱۹۴۶ء میں اس نے اپنی جماعت "الحزب الجمہوری الاسلامی" (اسلامی جمہوری پارٹی) کی بنیاد رکھی۔ اس کی جماعت کے کم و بیش دو ہزار ارکان میں سے بیشتر خرطوم ہی میں ہیں، خرطوم سے باہر سوڈان میں ان کا حلقہ اثر بہت کم ہے۔ کالجوں کے طلباء اور طالبات اس سے زیادہ متاثر ہیں۔ طٰہٰ کئی کتابوں کے مصنف ہیں سب سے زیادہ اہم اور معروف کتاب "الرسالۃ الثانیہ" (دوسرا پیغام) ہے جس میں مصنف نے یہ فکر پیش کی کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت صرف اپنے زمانے ہی کے لئے قابلِ عمل تھی۔ حضورؐ کی وفات کے ساتھ ہی وہ شریعت منسوخ ہو گئی۔

اب حالات اور وقت کے تقاضوں کے مطابق جدید شریعت اجتہاد کے ذریعے بنانے کی ضرورت ہے۔ اسلامی احکام کے نفاذ میں مصلحتوں اور حکمتوں کے نام سے جس اجتہاد کا وہ قائل تھا اس کے چند نمونے درج ذیل ہیں :

۱۔ نماز کے بارے میں وہ کہتا تھا کہ قرآن مجید میں اس کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے "ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر" (بلاشبہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز آہستہ آہستہ انسان کو بے حیائی اور برائی سے بالکل پاک کر دیتی ہے لہٰذا اس مقام پر پہنچنے کے بعد نماز جسے محمود طٰہٰ اپنے الفاظ میں صلوٰۃ الحرکات کے مقام کے آگے خصوصی نماز کے درجے میں سمجھتا تھا۔ اس لئے عام طریقہ کی نماز کا تارک تھا۔ اس کے اسی موقف پر ۱۹۶۸ء میں سوڈان کے علماء نے اسے مرتد قرار دیا تھا۔

۲۔ زکوٰۃ کے بارے میں اس کا اجتہاد یہ تھا کہ اڑھائی فیصد شرح صرف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی شریعت کے لئے تھی۔ اب حالات اور وقت کے تقاضوں کے مطابق اجتہاد کے ذریعے اس میں کمی بیشی کی جاسکتی ہے۔ طٰہٰ معاشرے میں دولت کی مساوی تقسیم کا بھی علمبردار تھا۔ ضرورت سے زائد دولت اپنے پاس رکھنا اس کے نزدیک ناجائز تھا۔

۳۔ طٰہٰ کے اجتہاد کے مطابق مرد و زن کے مساوی حقوق، معاشرے میں باہمی اختلاط، حجاب کا خاتمہ، تمام سرکاری اداروں میں ملازمت کے مساوی مواقع، مرد کی طرح عورت کو طلاق کا حق، تمام باتیں جدید زمانے کے مطابق اس کے نزدیک جائز تھیں۔

۴۔ جہاد کے بارہ میں وہ کہتا تھا۔ کہ اب منسوخ ہو چکا ہے۔ مسلمانوں کو صرف تبلیغ اور تدریس کا فریضہ انجام دینا چاہیئے۔

محمود طٰہٰ کے عقائد اور نظریات کی یہ وہ چند مثالیں ہیں جن کی بنیاد پر نہ صرف سوڈان کے علماء نے اسے مرتد قرار دیا بلکہ سوڈان سے باہر جامعہ ازہر (مصر) کے علماء نے بھی اسے مرتد اور خارج از اسلام قرار دے کر جنرل نمیری سے درخواست کی تھی کہ اس دعوت اور سرگرمیوں پر پابندی عائد کی جائے۔

حکومت سعودی عرب نے بھی طٰہٰ کے انہی عقائد کی وجہ سے سعودی عرب میں اس کے داخلہ پر پابندی لگا رکھی تھی۔

اسے پھانسی کیوں دی گئی اب اس کی تفصیل سُن لیجئے۔ تقریباً ڈیڑھ دو ماہ قبل پولیس نے خرطوم میں ایک آدمی کو بغیر پرنٹ لائن کے پمفلٹ تقسیم کرتے ہوئے گرفتار کیا۔ اس کی نشاندہی پر دوسرا پھر تیسرا اور چوتھا آدمی بھی گرفتار کر لیا گیا۔ چوتھے آدمی نے بتایا کہ اسے یہ پمفلٹ محمود طٰہٰ نے تقسیم کرنے کے لئے کہا تھا اس پر محمود طٰہٰ کو بھی گرفتار کر لیا تھا۔ وہ پمفلٹ دو حصوں پر مشتمل تھا۔ پہلے حصے میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کو منسوخ قرار دے کر سوڈان میں نفاذ اسلام کے موجودہ عمل کو روکنے اور اجتہاد کے بعد جدید شریعت نافذ کرنے پر زور دیا گیا تھا جس میں جنوبی سوڈان کے عیسائی باشندوں کے سیاسی مطالبات کے حوالے سے شریعت محمدیؐ کے نفاذ کو روکنے کے لئے کہا گیا تھا۔

یہاں یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سوڈان کی کم و بیش دو کروڑ آبادی ہے جس کا تقریباً ۳۰ فیصد جنوبی سوڈان میں آباد ہے جہاں اکثریت عیسائیوں کی ہے جو نمیری حکومت کے لئے اکثر مسائل کھڑے کرتے رہتے ہیں جس کے دو بنیادی سبب ہیں اولاً ۱۹۶۹ء میں جنرل نمیری کمیونسٹ عنصر کی مدد سے انقلاب برپا کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔ ۱۹۷۱ء میں کمیونسٹوں نے جنرل نمیری کے خلاف سازش کی جو ناکام رہی۔ نتیجۃً کمیونسٹوں کے دس سرکردہ لیڈروں کو جنرل نمیری نے پھانسی دے دی کمیونسٹ آج تک اس ناکامی اور اپنے راہنماؤں کی پھانسی کا انتقام لینے کے لئے جنوبی سوڈان کے باشندوں کو بغاوت پر نہ صرف اکساتے رہتے ہیں بلکہ عملاً ان کی مدد بھی کرتے ہیں۔ بیرون ملک ایتھوپیا اور لیبیا کے باغی بھی ان کی علی الاعلان پشت پناہی کر رہے ہیں۔ ثانیاً جنرل نمیری نے انتظامی امور کی خاطر شمالی اور جنوبی سوڈان کو مختلف ریجنوں میں تقسیم کیا ہے۔ جنوبی سوڈان کے عیسائی اس تقسیم کے مخالف ہیں۔ اس مسئلے میں محمود طٰہٰ عیسائیوں کی تائید کر کے ان کو خوب بھڑکاتا تھا وہ کہتا تھا اگر چودہ سو سالہ پرانی منسوخ شدہ شریعت نافذ ہو گئی تو جنوبی سوڈان میں عیسائی اکثریت کو ذمی بن کر رہنا ہوگا جس میں ان کے حقوق مسلمانوں کی نسبت کم ہوں گے جبکہ سوڈانی قوم کی حیثیت میں سب کے حقوق یکساں ہونے چاہئیں لہٰذا منسوخ شدہ شریعت کے نفاذ کے عمل کو روک کر جدید شریعت بذریعہ اجتہاد نافذ ہونی چاہیئے۔